سبب ورود حدیث

محمد ہمایوں عباس شمس*

علوم الحدیث کے مباحث کا تنوع علم کی دنیا میں معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے اس علم کو گہرائی و گیرائی سے دیکھا اور اس میں اس قدر ضمنی تفصیلات کو بیان کیا کہ ہر تفصیل خود ایک علم کی حیثیت رکھتی ہے۔ علوم الحدیث سے اہل اسلام کا یہ اعتناء دراصل نبی کریم ﷺ سے گہری محبت اور عقیدت کا مظہر ہے۔ سبب ورود حدیث بھی انہی مباحث میں سے ایک انتہائی اہم مبحث ہے۔ اس بحث میں ہم دراصل اس پس منظر اور ماحول کو دیکھتے ہیں جس میں آپ ﷺ کے کسی قول، فعل یا تقریر کا ظہور ہوا۔
سبب ورود کی تعریف دو طرح سے کی جا سکتی ہے۔

(ا) لغوی:

(i) سبب:

ہر وہ چیز جس کے ذریعے دوسرے تک پہنچا جائے۔ (۱)

(ii) ورود:

مصدر ہے یعنی داخل ہونا، وارد ہونا۔ (۲)

(iii) حدیث بمعنی کلام:

اور اصطلاح میں: "ما اضيف الى النبى ﷺ قولًا له او فعلًا او تقريراً او صفة حتى الحركات و السكنات فى اليقظة و المنام." (۳)

(ب) اصطلاحی:

متقدمین کے ہاں اس فن کی کوئی واضح اور جامع تعریف نہیں ملتی۔ علامہ البلقینی نے محاسن الاصطلاح میں جو تعریف کی ہے اسے جامع تعریف نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وما ذكر فى هذا النوع من الاسباب ، قديكون ماذكر عقب ذلك السبب من لفظ النبى صلى الله عليه وآله وسلم اول ماتكلم به صلى الله عليه وآله وسلم فى ذلك الوقت، لامور تظهر للعارف، بهذاالشان." (۴)

متاخرین کے ہاں تعریف کا ایک جامع اسلوب ضرور نظر آتا ہے: ڈاکٹر محمد عصری زین العابدین نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

"مادعا الحديث الى وجوده، ايام صدوره"(۵)

سید عبدالماجد الغوری نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

"انه مايكون طريقا لتحديد المراد من الحديث من عموم اوخصوص، او اطلاق او تقييد او نسخ اونحوذلك."

دوسری تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"ماورد فى الحديث ايام وقوعه"(٦)

سبب ورود جاننے کے ذرائع:

سبب ورود کبھی تو حدیث کے اندر ہی سوال کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ سبب ورود کو احادیث کے مختلف طرق جمع کر کے جانا جاتا ہے۔اول الذکر کی مختلف صورتیں اور مثالیں درج ذیل ہیں۔

(i) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی مشکل کے حل اور کوئی شرعی حکم جاننے کے لیے سوال کیا جائے۔اس کی معروف مثال حدیث جبرئیل ہے۔اس طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا: ای الذنب اعظم کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"ان تجعل لله ندا وهو خلقك" " کہ تم کسی کو اللہ کا ہمسر قرار دو حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔"(۷)

(ii) بعض اوقات حدیث کا سبب ورود قرآن کریم کی کوئی آیت ہوتی ہے کہ صحابہ کسی آیت کے حوالہ سے کوئی سوال دریافت کرتے تو آپ اس کا جواب ارشاد فرماتے: جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾

تو یہ اصحاب رسول پر دشوار ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی جان پر کچھ نہ کچھ ظلم کرتا ہے۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ظلم کا یہ معنی نہیں کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے متعلق یہ قول نہیں سنا:

﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (۸)

(iii) سوال کسی غیر مانوس لفظ کے معنی جاننے کے لیے بھی ہوسکتا ہے: حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ثنتان واجبتان

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ واجبتان کیا ہیں فرمایا:

جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو وہ آگ میں جائے گا اور جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ شرک

نہیں کرتا وہ جنت میں جائے گا۔(۹)

سوال کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی واقعہ پیش آیا اور آپ نے کچھ ارشاد فرمایا۔اس واقعہ کا ذکر حدیث میں ہی ہوتا ہے۔جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ:

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔آپ ہم تک اس وقت پہنچے جب نماز کا وقت تنگ ہو چکا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔جب ہم پیروں پر مسح کر رہے تھے تو آپ نے بلند آواز سے دو تین بار فرمایا: ایڑیوں کے لیے جہنم کی خرابی ہے۔(۱۰)

اس پہلے طریقے کی مختلف شکلیں احادیث میں موجود ہیں یعنی سوال کی کوئی بھی صورت یا واقعہ کا پیش منظر۔

اسی طرح دوسرے طریقہ میں حدیث کے مختلف طرق جمع کر کے سبب ورود معلوم کیا جاتا ہے صاحب البیان و التعریف لکھتے ہیں:

"وقد لایذکر السبب فی الحدیث اویذکر فی بعض طرقه فهوالذی ینبغی الاعتناء به فمن ذلک حدیث افضل صلاۃ المرء فی بیته الاالمکتوبة رواه الشیخان وغیرهمامن حدیث زید بن ثابت رضی الله عنه وقدروا ابن ماجه والترمذی فی الشمایل من حدیث عبدالله بن سعد رضی الله عنه وذکر السبب قال سألت رسول الله ﷺ ایما افضل الصلاۃ فی بیتی او فی المسجد قال الاتری الی بیتی ما اقربه من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الاان تکون صلاۃ مکتوبة". (۱۱)

کبھی حدیث میں سبب کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعض طرق میں موجود ہوتا ہے جس سے اعتناء مناسب ہے۔اس کی مثال حدیث ہے کہ بندے کی افضل نماز اس کے گھر میں پڑھی جانے والی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔اسے شیخین نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے اس حدیث کا سبب ابن ماجہ اور ترمذی کی حدیث میں ہے عبداللہ بن سعد نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا افضل نماز کون سی ہے گھر میں پڑھی جانے والی یا مسجد میں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے سوائے فرض نماز کے۔(۱۲)

اس طریقہ کی دیگر چند مثالیں اور افادیت کا اندازہ درج ذیل احادیث سے لگایا جا سکتا ہے:

(۱) اس سے کسی شرعی حکم کی وضاحت ہو جاتی ہے۔مثلاً ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں روزے کی حالت میں پچھنے لگانے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

"قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم افطر الحاجم والمحجوم". (۱۳)

اس حدیث کا ایک سبب امام احمد اور ترمذی نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ بقیع میں ایک

شخص کے پاس تشریف فرما تھے۔ وہ پچھنے لگوا رہا تھا میرا ہاتھ نبی پاک ﷺ نے پکڑا ہوا تھا۔ رمضان المبارک کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے۔ آپ نے فرمایا پچھنے لگانے اور لگوانے والا دونوں نے روزہ افطار کرلیا۔ (۱۴)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ حجام کے پاس موجود ایک شخص کے قریب سے گزرے اور وہ دونوں (حجام اور اس کے پاس والا شخص) تیسرے شخص کی غیبت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچھنے لگانے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کرلیا۔ (۱۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل **افطر الحاجم والمحجوم** کا قول اس لیے فرمایا گیا تھا کہ دونوں غیبت کر رہے تھے۔ یہ حکم غیبت کی برائی پر تنبیہ کرنے کے لیے تھا نہ یہ کہ حالت روزہ میں پچھنے لگانا یا لگوانا حرام ہے۔

پس سبب حدیث جاننے سے اس قول کی صحیح پوزیشن واضح ہوگئی اس کی تائید امام احمد کی روایت سے ہوتی ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے روزے اور احرام کی حالت میں جس سے آپ پر غشی طاری ہوگئی اس وجہ سے پچھنے لگانا حالت روزہ میں مکروہ ہے۔ (۱۶)

(۲) اس طریقے سے کسی حکم شرعی کی علت معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً حدیث پاک میں رات کے وقت سفر سے گھر لوٹنے کی ممانعت آئی ہے۔

"عن جابر بن عبداللہ قال کان رسول اللہ یکرہ ان یأتی الرجل اھلہ طروقا" (۱۷)

"رسول اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ بندہ رات کے وقت سفر سے واپس اپنے گھر آئے۔"

اس حدیث کا سبب امام احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ سے روایت ہے کہ آپ رات کو سفر سے گھر واپس پلٹے تو دیکھا کہ گھر میں چراغ تھا اور ان کی بیوی کے پاس کوئی تھا۔ انہوں نے تلوار پکڑ لی ان کی بیوی نے کہا مجھ سے دور رہنا فلاں عورت میری کنگھی کر رہی ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور معاملہ پیش کیا تو آپ نے رات کو گھر واپس آنے سے منع کر دیا۔ (۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ رات کو گھر واپس آنے کی ممانعت کی علت یہ تھی کہ اندھیرے کی وجہ سے اگر عورت کے پاس کوئی محرم بھی موجود ہو تو اس کو نامحرم جان کر کوئی غلط قدم اُٹھانے کا اندیشہ تھا۔ آج چونکہ اس قسم کا اندیشہ نہیں اس لیے یہ ممانعت بھی اب قائم نہیں رہی۔

(۳) اس طریقے سے حدیث کا اجمال بھی دور ہو جاتا ہے۔ مثلاً

"عن عائشہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قضیٰ ان الخراج بالضمان" (۱۹)

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی تفصیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتی ہے:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے غلام خریدا۔ جب تک اللہ نے چاہا وہ اس شخص کے پاس رہا۔ پھر

اُس میں عیب پایا تو پہلے مالک سے جھگڑ پڑا۔معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔آپ نے غلام اس کے پہلے مالک کی طرف لوٹا دیا۔اس نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے اتنا عرصہ میرے غلام سے کام لیا ہے آپ نے فرمایا خراج ضمان کے ساتھ ہے۔(۲۰)

اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک یہ غلام اس شخص کے ضمان میں رہا اس عرصے میں اس نے جو کام کیا اس آمدنی کا حقدار وہ شخص ہی ہے جس کی ضمان میں یہ غلام تھا۔اب اگر عیب کی وجہ سے غلام اپنے اصل مالک کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس کی آمدنی واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایک حدیث کے متعدد سبب ورود:

مفسرین نے قرآن کریم کی بعض آیات کے متعدد شان نزول ذکر کئے ہیں اسی طرح ایک حدیث کو آپ نے متعدد افراد مواقع پر ارشاد فرمایا یہ شان نزول اور سبب ورود میں مشابہت کا ایک پہلو بھی ہے۔ایسی صورت میں بعض اوقات تو واقعات کئی ہوئے ہیں اور کبھی ایک ہی واقعہ کو مختلف راویوں نے اپنے اپنے اسلوب سے بیان کیا ہوتا ہے۔ایک ایسی چند مثال درج ذیل ہے:

(۱) **عن أنس قال: قال رسول اللہ ﷺ من نام عن صلاة أونسيها فكفاستها أن يصليها إذا ذكرها. لا كفارة لها إلا ذلك، أقم الصلأة لذكرى۔(۲۱)**

امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی: نبی محترم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کے وقت میں سویا رہے یا نماز پڑھنا بھول گیا (اور نماز کا وقت گزر گیا) تو اس نماز کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے (اور جب بیدار ہو) اسی وقت نماز پڑھ لے اس کے علاوہ اور کوئی کفارہ نہیں (کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے):

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی﴾ میری یاد کے لیے نماز ادا کرو۔

پہلا سبب:

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے اور سعید نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی مکرم و معظم ﷺ کو جس رات سیر کروائی گئی آپ ﷺ صبح سوئے رہے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔(جب کہ وقت ادا ختم ہو چکا تھا) اور ارشاد فرمایا جو نماز کے وقت سویا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے۔جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی﴾ (۲۲)

دوسرا سبب:

امام ترمذی ونسائی رحمہما اللہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کو عرض کی کہ ہم نماز کے وقت سوئے رہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سوتے میں نماز کے رہ جانے میں کوئی کوتاہی نہیں کوتاہی ونقصان تو بیداری میں (چھوڑنے میں) ہے۔لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز کے وقت سویا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو یاد آتے ہی ادا کرے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔(۲۳)

تیسرا سبب:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر تھے نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس پانی نہ ہوا تو کل تم پیاسے رہو گے۔ حاضرین میں تیز تراز دو آدمی پانی کی تلاش میں نکل گئے۔اور میں آپؐ کے پاس ہی رہا۔آپؐ کو سہارا دیا تو آپؐ نے سہارا لیا پھر آپؐ (اونگھتے ہوئے) ایک طرف کو جھکے قریب تھا کہ آپؐ سواری سے گر جاتے تو میں نے سہارا پیش کیا اتنے میں آپؐ بیدار ہوگئے آپؐ نے ارشاد فرمایا: کونسا آدمی ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوقتادہ۔ارشاد فرمایا: کب سے یہاں کھڑے ہو؟ عرض کی: رات سے۔ارشاد فرمایا:

"حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظتَ رَسُوْلَہٗ"

''اللہ عزوجل تیری حفاظت فرمائے جیسا کہ تو نے اس کے رسول علیہ السلام کی حفاظت کی۔''

پھر ارشاد فرمایا: کاش! ہم آخر شب کے آرام کے لیے ٹھہرتے پھر آپؐ ایک درخت کے پاس تشریف لائے اور وہیں پڑاؤ کیا۔اور مجھے ارشاد فرمایا۔کیا تو کسی کو دیکھ رہا ہے؟

میں نے عرض کی یہ ایک سوار ہے دو سوار ہیں۔ یہاں تک کہ سات ہوگئے اور ارشاد فرمایا (ہم سوتے ہیں) ہماری نماز کا خیال رکھنا پھر ہم سب سو گئے اور ہم میں سے کوئی بھی سورج کے گرم ہونے سے پہلے بیدار نہ ہوا سورج کے طلوع کے بعد ہم لوگ بیدار ہوئے نبی پاک ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہوئے ہم تھوڑی دیر ہی چلے تھے پھر ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟

میں نے عرض کی جی ہاں۔میرے پاس ایک برتن ہے جس میں کچھ پانی ہے۔ارشاد فرمایا اسے لاؤ میں نے حاضر کر دیا۔ارشاد فرمایا۔اس سے پانی لو (اور وضو کرو) قوم نے وضو کیا اور ایک گھونٹ بچ گیا۔ارشاد فرمایا اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! اس پانی کو حفاظت سے رکھ لو عنقریب اس کی خبر آجائے گی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور فجر سے پہلے کی دو

رکعتیں سنت ادا فرمائی پھر فجر کی نماز ادا کی پھر وہ لوگ اور ہم سارے ہی سوار ہو گئے ان میں سے بعض دوسروں سے کہنے لگے نماز کے معاملے میں ہم سے کوتاہی ہو گئی (کہ سوتے میں وقت گزر گیا)

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تو تمہارا کوئی دنیاوی مسئلہ ہے تو تم خود ہی حل کرتے رہو اور اگر کوئی دینی مسئلہ ہے تو میرے سپرد کر دو۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہم سے کوتاہی ہو گئی نبی حاکم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نیند کی حالت میں کوئی کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری میں ہے اگر آج کی طرح کبھی ہو جائے تو بیدار ہو کر اسی وقت نماز پڑھ لو کہ صبح ہی اس کا وقت ہے۔'' (۲۴)

سبب ورود کی معرفت کے فوائد و اہمیت:

علماء نے سبب ورود کی معرفت کو فہم حدیث کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ جس طرح سبب نزول سے ہم قرآن کریم کے معانی و معارف سے آگاہ ہوتے ہیں اسی طرح سبب ورود حدیث نبوی کے اشارات سے پردہ اٹھاتی ہے۔ امام شاطبی لکھتے ہیں:

''وقد شارک القرآن فی هذا المعنی السنة ، اذکثیر من الاحادیث وقعت علی اسباب ، ولایحصل فیهما الابمعرفة ذلک(۲۵)

اسی طرح احمد محمد شاکر نے اس نوع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

''من الانواع المهمة معرفة اسباب ورود الحدیث ، لانه بذلک یتبین معنی الحدیث کمافی اسباب نزول القرآن.'' (۲۶)

علامہ یوسف القرضاوی نے سبب ورود کو سبب نزول سے بھی زیادہ اہم قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''فاذاکانت اسباب نزول القرآن مطلوبة لمن یفهمه اویفسره، کانت اسباب ورود الحدیث اشد طلبا، وذلک ان القرآن بطبیعة عام وخالد، ولیس من شانه أن یعرض للجزئیات والتفصیلات والآنیات، لالتوخذمنها المبادی والعبر، اما السنة فهی تعالج کثیرا من المشکلات المؤضعیة والجزئیة والآنیة، وفیها من الخصوص والتفاصیل مالیس فی القرآن'' (۲۷)

اہل علم کے یہ اقوال اس فن کی اہمیت و افادیت کو واضح کرتے ہیں اور اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث نبوی کے ساتھ اہل علم کا اعتناء کس قدر ہے؟ علوم الحدیث کے فن کو علماء نے کس قدر محنت سے پروان چڑھایا۔ علوم الحدیث کے اس نوع کے فوائد کا ایک اجمالی ذکر یوں کیا جا سکتا ہے۔ تفصیلات اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

(i) سبب ورود کے ذریعہ عام کی تخصیص ہوسکتی ہے۔مطلق کومقید کیا جاسکتا ہے۔

(ii) سبب ورود کے ذریعہ حکم کی علت معلوم کی جاسکتی ہے۔

(iii) موضوع حدیث کی معرفت کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بعض قرائن اس کے موضوع ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔سبب ورود بھی ان قرائن میں سے ایک ہے۔

(iv) سبب ورود کے ذریعہ متن کے اضطراب کو دور کیا جاسکتا ہے۔

(v) سبب ورود کے ذریعہ جگہ اور وقت کے بارے میں معلومات دستیاب ہوتی ہیں کہ کب آپ نے ارشاد فرمایا۔(۲۸)

سبب ورود پر اہم تصانیف:

سبب ورود پر تصانیف کی تعداد کم ہے۔اس موضوع پر تصانیف کے حوالہ سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"وصنف فيه ابو حفص العكبری، وابو حامد بن كوتاه الجوباری"

کتاب کے محقق دکتور بدیع سید اللحام ابوحفص العکبری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے مگر یہ ابویعلی الفراء کے شیوخ میں سے ہیں الفراء کی وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی۔البتہ سید عبدالماجد الغوری نے العکبری کی وفات ۳۹۹ھ لکھی ہے۔(۲۹)

اور الجوباری کا نام محمد بن عبدالجلیل ابوحامد بن ابومسعود (م:۵۸۳ھ) ہے۔اس طرح ہم ابوحفص العکبری کی کتاب کو اس موضوع پر پہلی کتاب کہہ سکتے ہیں۔اسی لیے اس کتاب پر ذہبی نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔

ولم يسبق الی ذلک (۳۰)

اسی طرح عبدالرحمٰن بن نجم بن عبدالوہاب (ابن الحنبلی (م-۶۳۴ھ) کے نام سے معروف ہیں) کی کتاب ہے۔(۳۱) جو ہم تک نہ پہنچ سکی۔

چند مطبوعہ اور دستیاب کتب درج ذیل ہیں:

"محاسن الاصطلاح و تضيمن كتاب ابن الصلاح: بلقينی"

شیخ الاسلام سراج الدین ابوحفص، عمر بن رسلان بن نصیر المصری البلقینی (م:۸۰۵ھ) کی کتاب ہے۔اس کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے سید عبدالماجد غوری لکھتے ہیں:

"بين البلقينی فی هذا الكتاب اهمية معرفة اسباب ورود الحديث، وانها تتساوی فی تحقيق الاغراض العلمية مع معرفة اسباب نزول الآيات القرآنية الكريمة نظر البلقينی الی ماكتب قبل ذلک فوجد نفسه اول من سيكتب فی هذا الموضوع، فله فضل السبق، و معاناة المؤسس، وماسبق فی ذلک الابشی يسير"(۳۲)

(۲) اسباب ورود الحدیث: سیوطی:

علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی (م:۹۱۱ھ) کی اس کتاب کا نام "اللمع فی سبب الحدیث" بھی بتایا جاتا ہے اس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت احادیث جمع کی گئی ہیں۔ علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ انہوں نے جوامع الحدیث میں غور کر کے اس کتاب کی احادیث کو اکٹھا کیا ہے شاہد محمود نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے اور لاہور سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

(۳) البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف: ابن حمزہ الدمشقی:

علامہ ابراہیم بن محمد بن کمال الدین المعروف ابن حمزہ الدمشقی (م:۱۱۲۰ھ) کی تالیف اس موضوع پر اہم ترین کتاب ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور اسلوب پر بحث کرتے ہوئے خلیل مامون شیحا لکھتے ہیں:

"وقد حرص الامام حمزه الحسینی رحمه تعالیٰ مؤلف البیان والتعریف بعد اطلاع واسع وعلم وفیر و انتقاء دقیق ان یاتی بالاحادیث القولیة التی وردت علی سبب، ویذکرها فی کتابه مرتبا ایاها ترتیباً ابجدیا یسهل الوقوف علیها، مقتصرا فی کتابه هذا اسباب ورود الحدیث الشریف و بیان مخرجیها، حتی اصبح کتابه من اهم الکتاب فی هذا الفن." (۳۳)

اس کتاب میں ۱۸۳۹ احادیث کی سبب ورود کا بیان ہے۔

(۴) علم اسباب ورود الحدیث:

ڈاکٹر طارق اسعد حلمی، اسعد کی اس کتاب کا تذکرہ سید عبدالماجد نے کیا ہے۔ (۳۴)

(۵) سبب ورود الحدیث، ضوابط ومعاییر: زین العابدین:

ڈاکٹر محمد عصری زین العابدین کی یہ کتاب دراصل پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے ڈاکٹر عصری یونیورسٹی آف سائنسز ملیشیا میں علوم اسلامیہ میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

ماحصل:

فہم حدیث میں سبب ورود حدیث کا بنیادی کردار ہے۔ حکمت تشریع کی معرفت، ناسخ ومنسوخ، اور فہم معانی میں سبب ورود کا اہم کردار ہے، سبب ورود سے صحابہ کے مزاج کی معرفت بھی ہوتی ہے۔ منکرین ومخالفین حدیث کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی سبب ورود سے ہو سکتا ہے۔ احادیث میں بیان کردہ قصص کا شمار بھی سبب ورود میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس موضوع پر بیش قیمت کتب تحریر کیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت جلد اول، ص:۴۵۸ ۲۔ ایضاً

۳۔ السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، دار الفکر بیروت، جلد اول ص:۱۲

۴۔ ابن حمزہ دمشقی، ابراھیم بن محمد، البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف، تحقیق الشیخ خلیل احمد، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۹

۵۔ زین العابدین، الدکتور محمد عصری، وسبب ورود الحدیث ضوابط ومعاییر، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، ص ۴۸

۶۔ الغوری، سید عبدالماجد، المدخل الی دراسۃ علوم الحدیث، دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء ص، ۹۸۰

۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۸۵

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، سورہ لقمان، رقم الحدیث: ۴۴۹۸

۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات و لا یشرك باللّٰہ شیأ دخل الجنة، رقم الحدیث: ۲۶۹

۱۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من رفع صوتہ بالعلم، رقم الحدیث: ۵۸

۱۱۔ البیان والتعریف ص: ۹ ۱۲۔

۱۳۔ ابی داؤد، سنن، کتاب الصوم، باب فی الصائم یحتجم

۱۴۔ ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، باب: ماجاء فی کراھیة الحجامة للصائم، رقم الحدیث: ۷۷۴/ مسند احمد بن حنبل، ح: ۱۷۲۴۹

۱۵۔ سیوطی، اسباب ورود الحدیث ص ۹۸ ۱۶۔ احمد، مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۲۲۲۸

۱۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب کراھیۃ الطروق ۹۲۱/۵ وابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد باب الطروق، ۳۸۵/۲

۱۸۔ احمد، مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۵۸۲۸ ۱۹۔ ابوداؤد، امام، سنن ابی داؤد، کتاب الاجارہ، رقم الحدیث ۳۵۰۸

۲۰۔ ایضا رقم الحدیث: ۳۵۰۹

۲۱۔ بخاری، الجامع الصحیح کتاب مواقیت الصلاۃ باب من نسی صلاۃ فلیصل اذا ذکرھا رقم الحدیث: ۵۹۷، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۸۴

۲۲۔ ابن ماجہ، سنن، کتاب الصلوٰۃ باب من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا جلد ا صفحہ ۵۰

۲۳۔ ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی النوم عن الصلوٰۃ رقم الحدیث ۱۷۷

۲۴۔ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۲۹۸، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۰۹

۲۵۔ الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، دار المعرفۃ بیروت، جلد ۳ ص: ۳۵۳

۲۶۔ شاکر، احمد محمد، الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث، ص: ۱۰۶

۲۷۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، کیف نتعامل مع السنة النبویة، دار الوفاء مصر ۱۹۹۲ء، ص، ۱۲۵

۲۸۔ ان تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

۲۹۔ الغوری، سید عبدالماجد مصادر الحدیث ومراجعہ، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء جلد ۲ ص: ۱۴۱

۳۰۔ یہ تفصیلات تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی جلد اول ص: ۳۷۱۔۳۷۲ سے لی گئی ہیں۔ یہ ۲۰۰۵ء میں بیروت سے الدکتور بدیع السید الحام کی تحقیق سے شائع ہوئی۔ ۳۱۔ مصادر الحدیث ومراجعہ جلد ۲ ص: ۱۴۱

۳۲۔ مصادر الحدیث ومراجعہ جلد دوم ص: ۱۴۲ ۳۳۔ البیان والتعریف، مقدمۃ التحقیق ص: ۵

۳۴۔ الغوری، سید عبدالماجد، المدخل الی دراسۃ علوم الحدیث، دار ابن کثیر بیروت ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء ص: ۹۹۵